103331 ـ باپ كے بے نماز وكيل نے نكاح كر ديا

سوال

ميرے عقد نكاح ميں والد صاحب نہيں آ سكتے تھے اس ليے انہوں نے ميرے تايا جان كو وكيل بنانے كا كہا سب سے بڑے تايا جان سفر پر گئے ہوئے تھے، ميرا عقد نكاح مسجد ميں ہوا جس ميں نكاح كى سارى شروط متوفر تھيں ولى اور گواہوں كى موجودگى ميں ايجاب و قبول ہوا اور نكاح على الاعلانيہ كيا گيا.
ليكن مجھے جو چيز پريشان كر رہى ہے وہ يہ ہے كہ ميرا وكيل يعنى ميرے تايا جان نماز ادا نہيں كرتے، وہ مسلمان تو ہيں اور نماز جمعہ كى ادائيگى كرتے اور رمضان المبارك كے روزے ركھتے ہيں، ا نكى بيوى باپردہ اور نمازى ہے، ليكن وہ يہ الفاظ كہتے ہيں ٹھيك ہے ميں نماز ادا نہيں كرتا ليكن ميں بہتر ہوں، كچھ لوگ نماز ادا كر كے بھى گناہ كرتے رہتے ہيں.
ميرا سوال يہ ہے كہ آيا كيا يہ چيز نكاح اور اس كے نتيجہ ميں ہونے والے دخول اور معاشرت زوجيہ اور حيات زوجيہ پر اثرانداز ہو گى يا نہيں، كيونكہ كچھ علماء كرام نے تو بےنماز كو دين اسلام سے خارج اور كافر قرار ديا ہے، اور پھر ولى اور وكيل كے ليے تو مسلمان ہونا شرط ہے ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

نكاح ولى يا اس كا نائب ہى كر سكتا ہے اس كے علاوہ كسى اور كو نكاح كرنے كا حق نہيں؛ كيونكہ حديث سے يہى ثابت ہے.

ابو موسى اشعرى رضى اللہ تعالى بيان كرتے ہيں كہ رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" ولى كے بغير نكاح نہيں ہوتا "

سنن ابو داود حديث نمبر (2085) سنن ترمذى حديث نمبر (1101) سنن ابن ماجہ حديث نمبر (1881) علامہ البانى رحمہ اللہ نے صحيح ترمذى ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

اور ايك حديث ميں رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان ہے:

" جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے "

مسند احمد حدیث نمبر (24417) سنن ابو داود حدیث نمبر (2083) سنن ترمذی حدیث نمبر (1102) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع حدیث نمبر (2709) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

اس لیے جمہور علماء کرام کے ہاں عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، اور نہ ہی وہ اپنے نکاح کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتی ہے، اس لیے عورت کا نکاح یا تو ولی خود کرےگا یا پھر جسے ولی وکیل بنا دے.

بعض ممالك اور علاقوں میں عقد نکاح کرنے والا یہ کہتا ہے کہ: میں نے اپنی مؤکلہ کا نکاح تیرے ساتھ کیا یعنی جس عورت نےمجھے وکیل بنایا ہے اس کا نکاح تیرے ساتھ کیا، تو یہ احناف کے مسلك پر مبنی ہے.

کیونکہ احناف عورت کو خود بخود نکاح کرنےکی اجازت دیتے ہیں، اور وہ ولی کی شرط نہیں لگاتے، لیکن ان کا یہ قول جمہور علماء کرام کے قول اور پھر یہی نہیں بلکہ صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جو اوپر بیان کی جا چکی ہیں.

چنانچہ صورت مسئولہ میں یعنی جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس میں یہ تایا ولی یعنی لڑکی کے باپ کا وکیل تھا نہ کہ بیوی کا وکیل.

دوم:

علماء کرام کا اجماع ہے کہ نماز سے انکار کرتے ہوئے تارك نماز شخص کافر ہے، لیکن اگر وہ سستی و کاہلی کے ساتھ نماز ترك کرتا ہے تو اس کےکفر میں علماء کرام اختلاف کرتے ہیں، لیکن راجح یہی ہے جس پر کتاب و سنت کے دلائل اور صحابہ کرام کے اقوال دلالت کرتے ہیں کہ وہ بھی کافر ہے.

اس بنا پر تارك نماز شخص مسلمان عورت کا عقد نکاح میں ولی نہیں بن سکتا.

اور جوشخص صرف نماز جمعہ ادا کرتا ہو اور رمضان المبارك میں نماز ادا کرے باقی ایام میں نماز ترك کرتا ہو تو یہ چیز اسے کافر ہونے میں مانع نہیں ہوگی بلکہ راجح قول کے مطابق وہ تارك نماز ہی شمار کیا جائیگا، جیسا اوپر بیان بھی کیا جا چکا ہے، مزیدتفصیل معلوم کرنےکےلیے آپ سوال نمبر (2182) اور (5208) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

اس کا یہ دعوی کہ وہ بعض نمازیوں سے اچھا اور بہتر ہے اسے کے کافر ہونے میں کوئی فائدہ نہیں دےگا بلکہ وہ کافر ہی رہے گا، کفر سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہو سکتا ہے، اسے دین اسلام کے رکن اور اہم ستون نماز سے کونسی چیز روك رہی ہے حالانکہ کافر اور مسلمان کےمابین تو فرق کرنے والی چیز ہی نماز ہے؟!

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اہل علم کے اجماع کے مطابق کافر شخص کو مسلمان پرکسی بھی حالت میں ولایت حاصل نہیں ہوتی، ان میں امام شافعی اور امام مالك اور ابو عبید اور اصحاب الرائ شامل ہیں.

اور ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے جن اہل علم سے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اجماع ہے " انتہی

دیکھیں: المغنی (9 / 377).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

" اگر کوئی شخص نماز ادا نہیں کرتا تو اس کے لیے اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا بھی ولی بن کرنکاح کرنا حلال نہیں، اور اگر وہ ولی بن کرنکاح کر بھی دے تو یہ نکاح فاسد ہوگا؛ کیونکہ مسلمان عورت کے ولی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے " انتہی

ماخوذ از: فتاوی نور علی الدرب.

رہا یہ مسئلہ کہ اگر ولی یعنی والد کسی شخص کو نکاح کے لیے وکیل بنائے تو بعض علماء کرام اس وکیل کے لیے بھی مسلمان ہونے کی شرط لگاتے ہیں، لیکن بعض علماء کرام نے مسلمان ہونے کی شرط نہیں لگائی، کیونکہ وہ تو صرف ولی کی جانب سے وکیل ہے وہ خود ولی نہیں.

امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الام میں رقمطراز ہیں:

" کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو عقد نکاح میں وکیل بنانا جائز ہے، لیکن وہ کسی عورت یا کافر شخص کو کسی مسلمان عورت کے عقد نکاح کا ولی نہ بنائے، کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایك بھی کسی بھی حالت میں ولی نہیں بن سکتا " انتہی

دیکھیں:الام (5 / 21).

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جو شخص کسی چیز میں خود تصرف کرنے کا مالك نہیں ہو تو وہ اس چیز میں وکیل بھی نہیں بنایا جا سکتا، مثلا کسی عورت کو عقد نکاح میں وکیل بنانا یا قبول کرنے میں، اور کسی کافر شخص کو مسلمان عورت کے نکاح میں، اور اسی طرح مجنون اور پاگل اور بچے کو سارے حقوق میں " انتہی

اور الموسوعة الفقهية میں درج ہے:

" شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں کسی بھی مسلمان شخص کے لیے کسی عورت سے عقد نکاح کرنے کے لیے کسی کافر کو وکیل بنانا صحیح نہیں؛ کیونکہ ذمی اور کافر شخص یہ عقد نکاح اپنے لیے کرنے کا مالك نہیں تو پھر اس میں وکیل بننا میں جائز نہیں ہے.

احناف اور مالکیہ کہتے ہیں کہ: یہ وکالت صحیح ہے؛ کیونکہ وکیل بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وکیل کو جس میں وکیل بنایا جا رہا ہے وہ خود اپنے لیے کر سکتا ہو تو پھر وکیل بن سکتا ہے، اور پھر وکیل عاقل ہو چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم " انتہی

دیکھیں: الموسوعة الفقهية (7 / 133).

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا:

ایك شخص نے کسی ذمی شخص کو اپنے لیے مسلمان عورت سے نکاح قبول کرنے کا وکیل بنا دیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں ؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" الحمد للہ رب العالمین:

اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، قبول نکاح میں وکیل اس شخص کو بنایا جائیگا جو خود اپنے لیے نکاح قبول کر سکتا ہو، اس لیے اگر کسی عورت کو یا پھر پاگل اور مجنون یا غیر ممیز بچے کو وکیل بنا دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہو گا ....

رہا نکاح قبول کرنے کے لیے کسی ذمی اور کافر کو وکیل بنانا تو علماء کرام کا اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ علماء کرام نے جائز کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ: علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں ملکیت خاوند کے لیے حاصل ہوگی نہ کہ وکیل کو.. لہذا کسی ذمی کو وکیل بنانا بالکل اسی طرح ہے کہ عورت کی شادی کرنےکے لیے اس کے کسی محرم شخص کو مثلا عورت کے ماموں کو وکیل بنا دیا جائے، تو مؤکل کے لیے قبول نکاح میں اسے وکیل بنانا جائز ہے، اگرچہ اس کے لیے اس عورت سے خود نکاح کرنا جائز نہیں.

اسی طرح ذمی کو کسی مسلمان شخص کے نکاح میں وکیل بنانا بھی چاہیے اس کے لیے کسی مسلمان عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہونے کے پیش نظر ایسا نہ کیا جائے...

لیکن اس کے باوجود یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نکاح باطل ہو گا، کیونکہ اس کے باطل ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں " انتہی مختصرا

دیکھیں: الفتاوی الکبری (3 / 123).

اس بنا پر ہمیں تو یہی ظاہر ہوتا ہے باقی واللہ اعلم یہ نکاح صحیح ہے، کیونکہ دلائل اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمان عورت کا ولی مسلمان ہونا چاہیے، لیکن ولی کے وکیل کے بارہ میں کوئی واضح دلیل نہیں کہ اس کے لیے بھی مسلمان ہونا شرط ہے.

واللہ اعلم .